بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ

قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسندنشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیرِاعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

اداریہ
نئے عہد کا ایک نیا چیلنج

میرے تایا جان اور میرے مرشد (2)

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی یاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبات و بیانات
- رفتارِ کار
- دینی مسائل

اپریل 2014ء / جمادی الاخریٰ 1435ھ - جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 4 - قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے - سالانہ ممبرشپ: مبلغ 200 روپے - تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 500 روپے

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ''اتنا لمبا (دینی مدارس کا) جو نصاب تجویز فرمایا ہے، یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ نصاب مختصر اور دینیات پر حاوی ہونا چاہیے۔ اس میں منطق، فلسفۂ قدیم اتنا زیادہ رکھنے کی ضرورت سمجھ میں نہیں آتی۔ طلبا جو اِن مدارس میں آج کل بہت کم استعداد کے آتے ہیں، حدیث تک پہنچنے سے پہلے ہی دماغ کھو بیٹھا کریں گے۔ اور علاج میں مشغول رہا کریں گے۔ اور جدید تعلیم بھی اگر اس میں کچھ رکھی جائے تو نہ وہ ہوگی، نہ یہ۔ اس سے تو بہتر ہے کہ پھر کسی یونیورسٹی کا نصاب لے کر اس کو پورا کیا جائے اور دینیات میں پھر ایسی ہی بات ہوگی۔

جن لوگوں سے چندے وصول کروگے، ان کی خوشامد کرنا پڑے گی۔ مجھے جلسہ دیکھ کر بڑا خیال ہوا کہ ایک اَن پڑھ آدمی کو چوں کہ وہ پیسے والا ہے اور اس سے چندہ کی اُمید ہے، کرسی پر بٹھا رکھا تھا اور علما سب نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس طرح علما کی وقعت تو خود کم کی جا رہی ہے۔ یہی وہ شخص تھا، جس نے علما کی پھر خوب مخالفت کی۔ اب اگر دین کو جتنا کچھ وہ ہے، باقی رکھنا ہے تو علما کو تنگی سے رہنا اور بوریا نشینی اختیار کرنی چاہیے۔ اور طلبا سے بھی کہہ دینا چاہیے کہ اگر دین سیکھنا ہے تو ایسا ہی رویہ اختیار کریں۔''

(مجلس 29/ رمضان المبارک 1365ھ/ 27/ اگست 1946ء، منگل۔ رائے پور) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 72-71۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) رجسٹرڈ

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111, 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

انقلاب مخالف طبقات کی نفسیات

حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا (74:53-47)

(یہاں تک کہ آ گئی یقینی بات۔ ایسے لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دیتی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس یاددہانی (قرآن حکیم) سے روگردانی کر رہے ہیں۔ گویا گدھے ہیں بدکنے والے۔ بھاگتے ہیں شیر سے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسے الگ الگ صحیفہ دے دیا جائے۔ ہرگز نہیں۔)

ہم (اہل جہنم) سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے پنجے میں ہیں۔ ان سے جس طرح چاہیں کام لیں اور ہماری اس حالت میں کبھی انقلاب نہ آئے گا۔ لیکن انقلاب تو یقینی تھا مگر ہم اسے یقینی نہ جانتے تھے۔ آخر موت و ہلاکت کے انقلاب نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔

"ایسے لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دیتی۔" چوں کہ فطرت مسخ ہو چکی ہے اور انسانیت کے اصلی جوہر خراب ہو چکے ہیں اس لیے جب تک وہ تمام زہر جو نسے میں گھس گیا ہے خارج نہ کیا جائے، ترقی محال ہے۔ اس سلسلے میں کسی کی سفارش بھی کام نہیں دیتی۔ اب پھر انقلاب کے مخالفوں کو غور و فکر کی دعوت دی جاتی ہے کہ وہ سوچیں اور سمجھیں اور اس انقلاب کو قبول کریں۔ اور انھیں یاد دلایا گیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن حکیم کا انقلاب ٹل جائے گا۔ یہ ہو کر رہے گا۔ اور مخالفین کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی۔ ان کو چاہیے کہ اسے فوراً قبول کر لیں اور اس سے اعراض (رُخ پھیر کر) کے نقصان نہ اٹھائیں۔

یہ ارتجاعی لوگ (Reactionaries) آگے بڑھنا شیر کے مونہہ میں جانے کے برابر سمجھتے ہیں۔ یہ اس آنے والے انقلاب کے تصور سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے گدھا شیر سے دہشت کھاتا ہے۔ انھیں سوچنا چاہیے کہ آخر اس انقلاب سے عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے، تو کیا یہ رُک سکتا ہے؟ پھر مساکین اور یتامیٰ کی حالت کی اصلاح کرنا انسانیت کا لازمی جزو ہے۔ یہ اس سے کیوں بھاگتے ہیں؟ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ انقلابی تعلیم انسان میں شیری (دلیری) پیدا کر دیتی ہے۔ وہ ہر چیز سمجھتا ہے اور اپنے فیصلے سے آگے بڑھتا ہے۔

صحیح عالمگیر انقلاب تو ساری انسانیت کو ایک نظام میں منسلک کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تعلیم تمام انسانیت کے لیے یکساں مفید ہوتی ہے۔ لیکن یہ سرکش چاہتے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پروگرام یا چارٹر (Charter) دیا جاتا، تاکہ اس کی نفسانی خواہشیں پوری ہوتی رہتیں۔ یہ لوگ اجتماعی نظام کے اندر آ کر انقلاب برپا کرنا چاہتے ہی نہیں، کیوں کہ اس انقلاب سے ان کی ذات خاص کو خصوصی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ نراج (Anarchism) ہے۔ اور یہ نراجی اس اجتماعی پروگرام کو قبول نہیں کرتے۔ کیوں کہ یہ مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے۔ اور یہ اپنے لیے زراندوزی اور انتفاع کا چارٹر چاہتے ہیں۔ انھیں کوئی انفرادی پروگرام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ غیر طبعی مطالبہ ہے۔ یہ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ اس سے نراج پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی منظّم انسانی معاشرہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ حال آں کہ فرد کی ترقی کا راستہ اجتماع سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس لیے تعلیم ایسی ہونی چاہیے جس سے اجتماعیت پیدا ہو اور اسے ترقی حاصل ہو۔ ایک ایک انسان کو جداگانہ ہدایت نامہ دے دیا جائے تو یہ انفرادی اور اجتماعی ترقی کس طرح ممکن ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم پارٹی بنانا چاہتا ہے۔ وہ ایک ایک انسان کو الگ الگ سمجھانے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

دین کی مثال بارش سے

عن ابی موسیٰؓ، قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: "مثل ما بعثنی اللّٰہ بہ من الھُدیٰ و العلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکانت منھا طائفۃ طیبۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء و العشب الکثیر. و کانت منھا اجادب امسکت الماء فنفع اللّٰہ بھا الناس فشربوا. و سقوا و زرعوا. و اصاب منھا طائفۃ اُخریٰ. إنما ھی قیعان لاتمسک ماء و لا تنبت کلاء فذالک مثل من فقہ فی دین اللّٰہ و نفعہ ما بعثنی اللّٰہ بہ فعلم و علّم و مثل من لم یرفع بذالک رأسًا و لم یقبل ھُدی اللّٰہ الذی اُرسلت بہ."

(حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اللہ نے جو ہدایت اور علم عطا کر کے مجھے بھیجا ہے، وہ ایک زور کی بارش کی مانند ہے کہ ساری زمین پر برس رہی ہے، لیکن زمین کا ایک ٹکڑا تو نفیس ہے۔ وہ پانی اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ پھر اس میں سے غلہ، چارہ اور خوب گھاس پھونس اور پودے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک قطعہ گڑھوں والا ہے، جس میں پانی بھر جاتا ہے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پیتے ہیں، پلاتے ہیں۔ کھیتوں میں آب پاشی کرتے ہیں۔ ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ چٹیل سخت میدان ہے، نہ اس میں پانی جمع ہوتا ہے اور نہ غلہ اور گھاس پھونس اُگتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اللہ کے دین کو خوب سمجھ لیتے ہیں اور میری اللہ کی طرف سے لائی گئی چیزوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خود علم سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں، جو دین کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اور جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، اس سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔)

(مشکوٰۃ شریف. کتاب الإیمان. باب الإعتصام بالکتاب و السنّۃ. الفصل الأوّل)

اس حدیث میں بڑی خوب صورتی سے ایک بڑی کام کی بات سمجھائی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور علم لایا ہوں، ان سے فائدہ اٹھانے نہ اٹھانے میں لوگوں کی حالت مختلف ہے۔ اس کو یوں سمجھو کہ جیسے آسمان سے زور کا مینہ برسا اور ساری زمین پر پانی پھیل گیا، لیکن جو زمین اچھی تھی، وہ تو پانی سے خوب سیراب ہوئی۔ وہاں خوب غلّہ، چارہ، سبزہ اور درخت وغیرہ سب کچھ پیدا ہوا۔ کچھ زمین ایسی تھی، جہاں پانی جمع ہو گیا اور اس سے تالاب بن گئے۔ لوگ مہینوں ان تالابوں سے پانی حاصل کرتے رہے۔ لیکن کچھ زمین ایسی بنجر تھی کہ اس نے نہ پانی جذب کر کے سبزی وغیرہ اُگائی، نہ پانی جمع کر کے دوسروں کو نفع پہنچایا۔

ایسے ہی آدمیوں کا حال ہے۔ کچھ لوگ تو صلاحیت اور استعداد رکھتے تھے۔ انھوں نے دین کو خوب سمجھا اور اپنے اندر جذب کر لیا۔ خود بھی بہت کچھ سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ علم کو سنوار کر رکھا اور علم کو جمع کر کے بڑی بڑی کتابیں لکھیں اور دوسرے لوگوں کے لیے وقت پر کام آنے والا بہت کچھ سامان چھوڑ گئے اور کچھ لوگ بالکل چکنے گھڑے کی طرح ثابت ہوئے کہ نہ کچھ ان کے اندر جذب ہوا اور نہ سطح پر جمع ہو سکا۔ دین کی باتوں کی ذرا پروا نہ کی۔ نہ اس کی ہدایت سے فائدہ اٹھایا، نہ اپنا ہی کچھ بھلا کیا، نہ دوسروں کو کچھ نفع پہنچایا۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ جیسے زمین کی آخری قسم بے کار ہے، بلکہ اس میں خشک کانٹے دار جھاڑ جھنکار پیدا ہو جاتے ہیں، جو دوسروں کے اگر وہ وہاں جا پھنسیں تو کپڑے پھاڑنے کے سوا کچھ نہیں کرتے، ایسے ہی آخری قسم کے لوگ بجائے مفید ہونے کے اکثر نقصان پہنچانے والے ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس صورتِ حال سے محفوظ رکھے۔ آمین

www.rahimia.org

اداریہ

نئے عہد کا ایک نیا چیلنج

آج جس دور میں ہم جی رہے ہیں یہ انفارمیشن (information) اور ابلاغیات (media) کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں میڈیا اور اطلاعات کے نظام نے بہت بڑی طاقت حاصل کرلی ہے اور یہ ہماری سماجی، معاشی، تجارتی، تعلیمی، تہذیبی، ثقافتی زندگی اور فکر وخیال تک کو متاثر کر رہا ہے۔ پرنٹ میڈیا تو اس خطے میں اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے، جس نے جدوجہدِ آزادی میں نمایاں حصہ لیا اور اس کے بانی اہلیانِ قلم نے سچائی و دیانت اور وفاداری وشجاعت کی مثالیں قائم کیں۔ اور فرنگی سامراج کے عہدِ ظلمت میں حق وصداقت کے علم کو گرنے نہیں دیا، بلکہ اِسے ایک شان اور عظمت دی ہے۔

آج آزادی کے بعد کی صورتِ حال یہ ہے کہ میڈیا ایک صنعت اور کاروبار کا درجہ اختیار کرگیا ہے، جس میں مال وسرمائے کے حصول کے لیے ہر حربے کو جائز سمجھ لیا گیا۔ یوں میڈیا سچائی، اجتماعی مفاد، انسانی حقوق اور مظلوم عوام کے بجائے ریاست کے استحصالی نظام کا دست وبازو بن کررہ گیا ہے۔ پرنٹ میڈیا کے بعد دنیا میں جب الیکٹرانک میڈیا کا چلن ہوا تو اگرچہ بدیر سہی، لیکن ہمارے ہاں بھی بالآخر اس کا فروغ ہوا اور آج کم وبیش ایک سو چینل ہمارے ملک میں نشریات فراہم کررہے ہیں۔

ہمارے ہاں اچانک الیکٹرانک میڈیا کا اجرا ہوا اور پرنٹ میڈیا کے بیش تر رپورٹر، کالم نگار اور تجزیہ کار الیکٹرانک میڈیا کی سکرینوں پر جلوہ گر ہونے لگے۔ الیکٹرانک میڈیا کے لیے جس تربیت، مہارت اور احتیاط کی ضرورت تھی، اسے پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ کیوں کہ تحریر میں قاری پر صرف الفاظ اور مضمون اثر انداز ہوتے ہیں، جب کہ الیکٹرانک میڈیا میں الفاظ اور مضموں کے ساتھ ساتھ مقرر اور تجزیہ نگار کی بدن بولی (body language) اور اردگرد کا ماحول (enviroment) بھی اپنا اثر دکھا رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس فرق کو ملحوظِ خاطر نہ رکھنے کے نتیجے میں ہماری سوسائٹی مختلف النوع چینلز کے رنگارنگ پروگراموں سے ذہنی ونفسیاتی اور نظریاتی وفکری اُلجھنوں اور ابہامات کا شکار ہورہی ہے۔

اس ترقی یافتہ عہد میں الیکٹرانک میڈیا ایک نعمت سے کم نہیں۔ اس کے ذریعے درست نظریے کے اِبلاغ، دنیا بھر کی غیر مسلم اقوام کو دین اسلام کے نظامِ امن ورحمت کا پیغام دینے کے علاوہ عوام کی تعلیم وتربیت اور اُن کے حقیقی مسائل کو اُجاگر کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ ادارہ عوام کے حقوق کے تحفظ کا ضامن بن سکتا ہے۔ اور عوام اسے جاگیردارانہ اور ریاستی جبر کے خلاف ایک سائبان کی حیثیت دے سکتے ہیں۔ لیکن جیسے پولیس کا ادارہ عوام کے حقوق کا محافظ سمجھا جاتا ہے، لیکن اس میں کرپشن کے باعث عوام اس سے خوف زدہ ہی رہتے ہیں۔ اسی طرح میڈیا میں بھی کرپشن در آئی ہے اور یہ مختلف حربوں سے اپنے چینلز کے مالکان اور ذاتی مفادات کی جنگ جیتنے میں ہی مصروفِ کار نظر آتا ہے۔ بعض اوقات چینلز اپنی ریٹنگ کی دوڑ میں بہت سی انسانی اقدار کو بھی بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ جیسے سیالکوٹ میں دو نوجوانوں پر بہیمانہ تشدد کے بعد قتل کی واردات کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کرنے میں مصروفِ کار نمائندے نے ان کو بچانے کی کوئی تدبیر نہ کی۔ اسی طرح ہندوستان میں ایک قحط کے دوران ایک فرنگی کیمرہ مین نے بھوک سے مرتے ہوئے انسان کا جسم نوچتے درندوں کی تصویر بنا کر اُسے فنونِ لطیفہ کا شاہ کار قرار دیا تھا، جو انسانی اقدار کی پامالی کی بدترین مثال ہے۔

ٹاک شوز اور نیوز چینلز پر ایسے طبقے کا رَش ہے جسے کتاب اور مطالعے سے کوئی لگاؤ نہیں۔ وہ اپنے دیکھنے والوں کے ذہنوں پر اچھے اثرات نہیں چھوڑتے۔ ٹی وی چینلز نے لوگوں کی اکثریت کو بڑی ہوشیاری سے ڈبہ بند تجربات اور غیر حقیقی دنیا میں پہنچا دیا ہے۔ جس نے ان کے وقت کا ضیاع کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی تخلیقی صلاحیت اور ذہنی استعداد کو بھی برباد کیا ہے۔ یہ ٹی وی چینلز پروگراموں کی ذہنی چیونگم کے علاوہ کچھ نہیں دیتے۔ یہ ایک ایسا ذہنی کینسر ہے جو عوام کی آزادی، تخلیقیت اور غور وفکر کے سرچشموں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ آج ٹی وی چینلز ہی معاشرے کے رول ماڈلز، اس کی ترجیحات اور اقدار کا تعین کررہے ہیں۔ جس میں عام طور پر تشدد، گلیمر، جنسی تسکین، ہوس، نفرت، لالچ، انتقام کو مختلف ڈراموں کی کہانیوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور لوگ انھیں ہی قابلِ عمل اور زندگی کے مؤثر ہتھیار سمجھنے لگتے ہیں۔ چینلز ایک غیر حقیقی اور جھوٹی دنیا کو ہمارے سامنے پیش کرکے ذہنوں کو بند کردیتے ہیں اور ہمیں یہ یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ڈرامہ سیریز اور جرائم کی دنیا ہی بس دنیا ہے۔ پھر لوگ اپنے معاشرے کی یہ مسخ شدہ شناخت قبول کرنے لگتے ہیں اور یہ لازمی طور پر لوگوں کے رویوں اور سوچ کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ہمارے معاشرے کے مرد وخواتین کے علاوہ بچے بھی چینلز کی اس کشتی میں سوار ہیں۔ عموماً پانچ سے چھ سال کی عمر میں بچے اپنے بنیادی خیالات، اقدار اور وِرثے کی معلومات اور شعور حاصل کرتے ہیں۔ بچے پیدائشی طور پر بہت قابل اور ذہین ہوتے ہیں۔ ان کی یہی قابلیت' سائنس، علم و ہنر میں بھی ہوسکتی ہے۔ بچوں کے پاس ایک قبول کرنے والا ذہن اور تحریک پذیر رویہ ہوتا ہے۔ ان کے لیے پاکیزہ اور شفاف ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ وہ اپنے اس ٹیلنٹ اور قابلیت کو استعمال کرسکیں، لیکن ہمارا میڈیا اور چینلز اُن سے خوب صورت ذہن، خداداد صلاحیت، بہترین اور ناقابلِ واپسی وقت چھین لیتا ہے۔

لائق توجہ یہ بات ہے کہ انسانی معاشروں، اُن کی سیاست، تہذیب و ثقافت، کلچر و روایات، ان کے ذہن، رویوں، فکر وخیال اور ادب واَخلاق پر اثر انداز ہونے والا میڈیا اور چینلز کس کے زیر اثر ہیں؟ کیا ان پر بھی کوئی طاقت اثر انداز ہوتی ہے؟ ہمارے تمام میڈیا نیٹ ورکس ایک بڑے عالمی میڈیا نیٹ ورک کے ذیلی اداروں کی حیثیت رکھتے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام میں میڈیا ایک مؤثر ہتھیار ہے، جو سرمایہ دارانہ معاشرے کے جھوٹے اقدار کے لیے ذہنی رویوں کی آب یاری اور ماحول سازی کرتا ہے۔ اس طرح یہ میڈیا سرمایہ داری نظام کے لیے آلہ کاری کا کردار ادا کر رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں آزادیٔ صحافت ایک بہت بڑا فریب ہے۔ اس میں اتنی ہی آزادی ہوتی ہے، جو سرمایہ دار قوتوں کے مفادات سے متصادم نہ ہو۔ اس لیے کسی بھی ملک اور معاشرے کے میڈیا اور چینلز کے بارے میں عالمی سرمایہ دار قوتوں اور قومی نظام میں اُن کے حلیفوں کے تناظر کو نظرانداز کرکے کوئی بھی منصفانہ رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آزاد قوموں کی طرح اپنی آزاد قومی نشریاتی پالیسی وضع کریں اور اس کے تحت قومی ترجیحات کا تعین کرکے اپنے چینلز کو سرمائے اور مالکان کے نجی مفادات سے بالاتر ہوکر قوم کی ذہنی ونظریاتی تربیت کرنے کا فریضہ سونپیں۔ تاکہ قوم موجودہ ذہنی خلفشار اور نظریاتی ابہام سے نجات پاکر درست قومی ویژن کے تحت ملک ومعاشرے کی ترقی کے لیے جدوجہد کرسکے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزادرائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع رحمۃ اللہ علیہ ومسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

(مشائخ رائے پور اپنے اندازِ تربیت میں ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں، وہ ہمیشہ خلقِ خدا کی دینی اوراخلاقی تربیت میں انتہائی توجہ فرماتے رہے ہیں۔ اُن کے ہاں جہاں قلوب کی تطہیراور صفائی کے لیے مجالس ہائے ذکر کا اہتمام رہتا ہے، وہاں ذہنوں کی آبیاری کے لیے علمی وفکری نشستوں اور اجتماعات کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے پانچویں مسند نشین حضرت اقدس شاہ عبدالخالق رائے پوری مدظلہ کے بیانات اور خطبات کا خلاصہ اور رپورٹ پیش کیا کرتے ہیں۔ مدیر)

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزادرائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 11/ اکتوبر 2013ء کوادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے مین کیمپس لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن حکیم کی آیت وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (3 : 97) اور یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (119:9) کے تناظر میں اپنی گفتگو میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے:

معزز دوستو! دین اسلام کی جامع تعلیمات انسانی زندگی کے ہمہ گیر پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ انسان اللہ کی وہ عظیم الشان مخلوق ہے، جس کی ساخت، جس کی نوعیت، جس کے خواص وافعال، جس کے اثرات ونتائج اس کائنات پر، اس کرۂ ارض پر انتہائی وسعت اور ہمہ گیریت لیے ہوئے ہیں۔ وہ عظیم انسان جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں میں معیار کے طور پر پیدا کیا ہے، انبیا علیہم السلام ہیں۔ ان انسانوں کی عظمت لامتناہی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آسمان وزمین کے تمام مخفی گوشے واضح کردیے، اوران کا مشاہدہ کروا دیا گیا۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام جو دراصل امامِ انسانیت ہیں، ان کے ساتھ یہ معاملہ ہے، تو امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اوران کی افضلیت اور مرتبت تو تمام انبیا علیہم السلام سے زیادہ اعلیٰ اور اونچی نسبت کی حامل ہے۔ حقیقت میں انسانیت کا اطلاق انھی عظیم لوگوں پر ہوتا ہے۔

کسی بھی چیز کی جو اعلیٰ ترین نوعیت ہوتی ہے، وہی معیار قرار پاتی ہے۔ ادنیٰ اور کمزور لوگ معیار نہیں ہوتے۔ انسانیت کا معیار وہ عظیم انسان ہیں کہ جنھیں اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مرتبہ عطا کیا ہے۔ باقی انسانوں کو ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا۔ کائنات کی تخلیق کی اصل وجہ خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ ہی معیار اور نمونہ ہیں۔ باقی انسانوں کو ان کی اتباع اور پیروی کرنے کا حکم ہے۔ اس لیے قرآن حکیم نے کہا کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، آپؐ کی اتباع اور فرماں برداری اختیار کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ عظیم انسان ہیں، جو تمام خصوصیات کے جامع ہیں۔ ان کا ہر عمل، فعل، فکر اور نظام رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (21:33) تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے۔ اب انبیاؑ کا جو اہم ترین کام ہے وہ کل انسانیت کی بھلائی کا عزم اور ارادہ ہے۔ امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ فرد ہیں، جنھوں نے انسانی ترقی کے قاعدے، ضابطے اور طریقہ ہائے کار کی نشان دہی کی۔ جنھیں حنیفیت سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ خدا تک پہنچنے اور انسانوں کی خدمت کرنے کے ایسے طریقے دریافت کیے، جو اِدھر اُدھر کی تمام توجہات سے ہٹ کر یکسو ہیں۔ حنیف اس فرد کو کہتے ہیں جو اپنے فکر وعمل میں یکسو ہو جائے۔ مختلف افکار وخیالات ونظریات اس کے دماغ میں انتشار پیدا نہ کرسکیں۔ وہ ایک طے شدہ نظریے اور فکر کی اتباع کرے اور اپنے عمل میں بھی ایک طے شدہ مربوط طریقۂ عمل کی پیروی کرے۔ اس میں انھیں کسی قسم کا کوئی ذہنی طور پر یا عملی طور پر ابہام نہ ہو۔ جس کو قرآن حکیم نے شرح صدر سے بھی تعبیر کیا ہے۔

ہدف (Target) کے حصول میں یکسوئی کی اہمیت

دنیا میں کام کرنے کے لیے یہ بڑا ضروری ہے کہ نظریے کی یکسوئی ہو اور سوچ متعلقہ کام پر مرتکز ہو جائے۔ اِدھر اُدھر کے خیالات ذہن میں تشویش پیدا نہ کریں۔ ذہنی توانائیاں فضول اور لغو کاموں میں خرچ نہ ہوں۔ اور ایسے ہی اس کا عمل بھی مطلوبہ نتائج کے حصول کے لیے یکسو ہو جائے۔ انسان لامحدود فکر اور لامحدود عمل نہیں کرسکتا۔ دنیا بھر کے تمام خیالات آپ کے ذہن میں ہوں اور دنیا بھر کے تمام کام آپ اپنے جسم سے سرانجام دینا چاہیں، ایسا نہیں کرسکتے۔ ایک وقت میں ایک ہی عمل ہوگا اور ایک ہی فکر پورے طور پر ہوگا۔ اور وہ تب ہوگا جب اس وقت میں آپ کی سوچ ایک نقطے پر مرتکز ہوگی اور آپ کا عمل اس فکر اور سوچ کے ساتھ مربوط ہو۔ اس کو یکسوئی اور حنیفیت کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسانیت کی ترقی کے لیے یکسوئی کے بنیادی قوانین اور ضابطے متعین کیے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ترین بنیادی چیز جو آج ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے وہ ذی الحج کی مناسبت سے حج کی اہمیت کو سمجھنا ہے۔ حج کا لفظی اور لغوی معنی عزم اور ارادہ ہے۔ حج ایک عزم اور ارادے کو کہتے ہیں۔ یعنی اس پورے عمل کے ذریعے سے انسان کے ارادے کی تمام تر صلاحیتیں ایک نظریے پر یکسو ہو جائیں۔ ارادے کا تعلق انسانی دل سے ہے۔ وہ آدمی جس کا ارادہ کمزور ہے، ارادہ بنانے میں اس نے پورا غور وفکر نہیں کیا یا ارادہ بنایا اور پھر توڑ دیا، وہ انسان کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں ہم کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس کے پیچھے ارادہ کارفرما نہ ہو۔ دل سے ارادہ کیے بغیر کسی سوچ اور سمجھ کے وقتی اشتعال اور جذباتیت کی بنیاد پر آپ نے کسی کام کا ارادہ کرلیا۔ تو جیسے ہی وہ جوش ٹھنڈا ہوتا ہے، ارادہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسے لوگ کبھی ایک کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور وہ ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا اور درمیان میں ہوتا ہے، اسے چھوڑ کر کوئی اور کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ کسی اور کام کا ارادہ کرلیا، وہ بھی ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا اور چھوڑ کر تیسرے اور چوتھے کام میں لگ گئے۔ ایسے لوگ دنیا میں ناکام رہتے ہیں۔ ارادے کے لیے ضروری عقل وشعور، بنیادی سوچ وبچار اور تحلیل وتجزیے کا ہونا ضروری ہے۔ اور پھر اس پورے غور وفکر کے بعد جو مستحکم رائے اور فیصلہ آپ نے کیا، پھر اس ارادے کے مطابق تمام عملی قوتوں کو مربوط بنا کر مطلوبہ ہدف اور مقصد حاصل کرلینا، یہ دراصل کمال کا ارادہ ہے۔ جو ارادہ غیر ضروری طور پر اپنا لیں اور پایۂ تکمیل تک نہ پہنچے، وہ ارادہ' ارادہ نہیں ہے۔ ہر انسان کو عزم اور ارادہ باندھنے اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی تربیت اور اس کا طریقۂ کار سمجھنا چاہیے۔

www.rahimia.org

فریضہ حج کی اجتماعی حکمتیں

گویا کہ ایک مسلمان جب حج کرنے کے لیے جاتا ہے تو دراصل اس کا ہدف یہ ہے کہ جیسا عزم، جیسا ارادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دیگر انبیاؑ، خاص طور پر امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعتِ صحابہ کا تھا، میں وہ ارادہ سیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اس طرح کا ارادہ اور عزم رکھنا چاہتا ہوں کہ اپنے اندر وہ صلاحیت واستعداد، جس کے نتیجے میں فیصلہ سازی، پوری یکسوئی، سمجھ داری اور عقل آجائے، وہ صلاحیت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حج کا مقصد ہے۔ عزم وہمت کی بلندی، پختگی، ثابت قدمی، یہ حج کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ رسم نہیں ہے، بلکہ اس عزم کی یاد دلانا ہے۔

اسی لیے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ خانۂ کعبہ بظاہر ایک پتھروں کی عمارت ہے، ایک گھر ہے، اس کے ان پتھروں میں، اس کی اس بلڈنگ میں' باقی اور بلڈنگوں میں کیا فرق ہے۔ جسمانی یا مادی حوالے سے تو کوئی بنیادی فرق نہیں، فرق ایک بات کا ہے کہ اس گھر کو بنانے والے نے جب بنایا تھا، تو اس کے عزم وہمت، اس کے نظریے کی یکسوئی، اس کے کام کرنے کے انداز واسلوب کی پختگی اور استقامت کی نوعیت بہت بلند تھی۔ یہ صرف دیواریں ہی نہیں چنی گئیں، ان دیواروں کے ساتھ عزم وہمت کی چٹانیں بھی سیٹ کی گئی تھیں۔ انسانی عزم وہمت کے جتنے بھی شاہ کار انسان دنیا میں گزرے ہیں، ان کی ہمتیں اس کی در و دیوار کے ساتھ پیوستہ ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب ودماغ تک، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ تک۔

حضرات صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، علمائے ربانیینؒ کے عزم وہمت کے مجموعے اور مرکزے کے اثرات' خانۂ کعبہ میں ہیں۔ نہ صرف یہ، بلکہ ان انسانوں کے فائدے اور ان کی علمی اور عقلی قوتوں کی ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا کیے، ان فرشتوں کی ہمتوں کا مرکز اور منبع بھی یہی بیت اللہ الحرام ہے۔ اور نہ صرف بیت اللہ الحرام، بلکہ اس کے اردگرد کا وہ علاقہ، جو غارِ حرا سے لے کر عرفات کے میدان تک پھیلا ہوا ہے۔ غارِ حرا جہاں سے خانۂ کعبہ سامنے نظر آتا ہے، اور خانۂ کعبہ سے آگے جمرات، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات، یہ سب ایک لائن میں ہیں۔ یہ وہ وادئ مکہ ہے، جو انسانی ہمتوں کا مجموعہ ہے۔ اربوں کھربوں انسانوں نے اس خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔ ان سب کی ہمتوں کے مجموعی اثرات اس جگہ پر مرتکز ہیں۔ اور پھر یہ انسانوں کی ہمتیں یہاں سے سفر کرتی ہیں منیٰ کی طرف یوم الترویہ کو، 8 ذی الحجہ کو اور وہاں سے عرفات، عرفات سے دوبارہ چکر کاٹ کر رات کو مزدلفہ اور اگلے دن پھر منیٰ، جمرات اور جمرات سے دوبارہ طوافِ زیارت کے لیے خانۂ کعبہ کے گرد پھر سات چکر۔ اب انسانوں کی تربیت یہ ہے کہ دنیا بھر سے انسان اجتماعیت سیکھنے کے لیے اپنے اپنے ملکوں سے یہاں جمع ہوں۔ کوئی کالا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی مشرقی ہے، کوئی مغربی ہے، ان کی بہت سی بولیاں اور بہت سی زبانیں ہیں، بہت ہی متنوع اور بہت ہی مختلف قسم کے لباس ہیں۔ رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، سماجی رویے متضاد اور مختلف ہیں۔ ان تمام کو ایک فکر، ایک نظریے پر متفق ہو کر اپنی اجتماعی طاقت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ یہ ثابت کرنا ہے کہ انسانیت کی مشترکہ اقدار کیا ہیں۔ یہ تمام لوگ ایک جماعت ہیں۔ اس جماعت کے افراد میں نہ تو جھگڑا ہوتا ہے، نہ لڑائی ہوتی ہے، نہ گالی گلوچ ہوتا ہے، نہ کوئی اور حیوانی خواہش ان پر غلبہ پاتی ہے۔ اجتماعیت کا ایک بلند عزم لے کر یہ اس مقام اور منزل تک پہنچتے ہیں تا کہ انسانیت کا درس سیکھیں۔ یہ اپنے علاقائی لباسوں کی بجائے ایک طرح کا لباس کہ جو موت کے وقت دنیا سے جاتے ہوئے پہنا جاتا ہے' وہ لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو حج جس کا مطلب ہی عزم اور ارادہ ہے، اس ارادے کی پختگی، عزم کی درستگی ہے۔

حج اور انسانی تربیت کے مراحل

اسی لیے اس عزم وہمت کو پیدا کرنے کا سب سے آخری عمل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو قرار دیا۔ یعنی مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ مکی زندگی کی تعلیم وتربیت اور آٹھ نو سال کی مدینہ منورہ کی سسٹم بنانے، چلانے، اجتماعیت قائم کرنے کی پوری مدت، جب یہ پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے تو اب اس اجتماعیت کو بین الاقوامی سطح پر مکہ میں جمع کیا۔ اسی لیے صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ جب تک فرد اپنے محلے، سوسائٹی اور علاقے میں اجتماعیت کے طور طریقے نہیں سیکھ لیتا، یعنی وہ مسجد، جس میں پانچ وقت جمع ہو کر انھیں نماز ادا کرنی ہے، وہاں محلے کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت اور اجتماعیت پیدا نہیں کی، وہ جمعہ کی نماز جس میں ایک شہر کے تمام لوگ اپنی اجتماعیت قائم کرتے ہیں، وہاں اجتماعی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی، قلب میں خدا خوفی، اللہ کا ڈر اور اللہ کے ساتھ یکسوئی کا تعلق پیدا نہیں ہوا اور وہ حج پر چلا جاتا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ بس یہ محض رسم ہے۔ کیوں کہ تربیت کے پہلے مراحل تو طے نہیں کیے اور آخری ڈگری لینے کے لیے وہاں پہنچ گئے۔ کبھی یہاں ڈھنگ سے نماز نہیں پڑھی اور اب حج کرنے چلے۔

پہلے تربیت کا عمل تو ہو۔ آخری تربیتی عمل تو تب ہوتا ہے، جب پہلے تربیتی مراحل پورے ہوں۔ اس کی اجتماعیت موجود ہو۔ اپنے ملک میں تو فیل، بداخلاق، بدزبان، ظالم، انسان دشمن، بھائی بھائی کی جڑیں کاٹتا ہے۔ منافقت سے کام لیتا ہے، کم تولتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، بددیانتی کا ارتکاب کرتا ہے، جھوٹے ووٹ کاسٹ کرتا ہے، ان سب جرائم کے ساتھ حج کرنے چل پڑتا ہے۔ یہی وہ پس منظر ہے کہ جب حضرت عمرؓ ابن خطاب نے فرمایا تھا کہ حاجی تو بہت سے آئے ہوئے ہیں، لیکن ان ہزاروں میں سے بہت تھوڑے ہیں جو اصل حاجی ہیں۔

رسمی حج اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا آخری زمانہ ہے، ہزاروں آدمی حج کے لیے آئے۔ کیوں کہ پورا عراق فتح ہو چکا۔ ادھر عمر بن العاصؓ مصر پر حکمران، مصر سے لے کر عراق کی سرحدوں تک پورا علاقہ فتح کرلیا۔ لوگ حج کرنے پہنچے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ جب سات چکر کاٹنے کے بعد سعی کے آغاز کے لیے صفا پہاڑ پر پہنچے تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ساتھ تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ ہزاروں آدمی خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ انھوں نے بڑے تعجب اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھیں کتنے حاجی ہیں! ہزاروں لاکھوں انسان حج کر رہے ہیں، طواف کر رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: اے بیٹے! یہ بھی پتا ہے کہ ان میں سے حاجی کتنے ہیں؟ حج یہ نہیں ہے کہ کسی پڑوسی نے حج کا ارادہ کیا تو ہم نے بھی کہا کہ چلو وہ حج پر جا رہا ہے، میں بھی چلتا ہوں۔ سواری جانے لگی تو اس نے کہا میں سوار ہو جاؤں۔ سوار ہو گیا۔ یہاں پہنچا تو انھوں نے کہا جدھر لوگ چل رہے ہیں وہ بھی چلنے لگا۔ اس نے نہ عزم کیا، نہ ارادہ کیا، نہ کوئی فیصلہ کیا، نہ اپنے لیے کسی قسم کا کوئی ہدف مقرر کیا، لوگوں کی نقل کی۔ اور آج کل تو ماشاء اللہ ہر مولوی صاحب نے، ہر مدرسے والے نے حج گروپ بنا لیا ہے۔ انھی

www.rahimia.org

مولویوں کو جنھوں نے مسئلہ بتانا اور سمجھانا تھا، ان کو پیسے کمانے پر لگا دیا۔ لو جی یہ فلاں حج گروپ ہے اور یہ فلاں گروپ ہے۔ خود ہی حاجیوں کو پکڑو اور وہاں پر پہنچاؤ اور پچاس پچاس ہزار فی حاجی کماؤ۔ تو مولویوں، مفتیوں اور کاروباری لوگوں کو لگا دیا کہ لو جی یہ VVIP حج ہے، یہ لگژری حج ہے، یہ فلاں حج ہے اور یہ فلاں۔ کمرشل اِزم اور سرمایہ پرستی کی لعنت نے اس پورے عمل کو گدلا کر دیا۔ مسلمانوں کا بیس، تیس لاکھ کا مجمع جمع ہوتا ہے اور دنیا کی کسی سامراجی طاقت وقوت پر کوئی لرزہ طاری نہیں ہوتا۔ دنیا کے عالمی سرمایہ داری نظام کے آٹھ بدمعاش G-8 ممالک کے جمع ہوتے ہیں۔ ان کا اجتماع دنیا کے مستقبل کی سیاسی، معاشی اور سماجی حیثیت کا تعین کرتا ہے۔ اور یہاں ساٹھ ملکوں کے مسلمان اور ان کے حکمران ہر دفعہ کوئی تیس چالیس حکمران اور صدور اور وزرائے اعظم سعودی بادشاہ کے مہمان ہوتے ہیں، حج کرتے ہیں، لیکن ایک ٹکے کی حیثیت نہیں۔

حج کا فاروقی طرزِ عمل اور عہدِ حاضر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا حج وہ تھا کہ حج کے موقع پر عام اعلان ہو جاتا ہے کہ دنیا میں کسی انسان کو میری مملکت میں، میرے کسی گورنر سے، کسی امیر سے کوئی شکایت ہے تو آئے اپنی شکایت یہاں درج کروائے۔ سارے گورنروں کو کٹہرے میں کھڑا کر دیا جاتا۔ گیارہ بارہ صوبوں کے گورنر اور لوگوں سے کہا جاتا کہ ان کے بارے میں کوئی شکایت ہے تو بتاؤ۔ نام ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا لیتے ہیں، خلافتِ راشدہ کا اعلان کرتے ہیں، اس حج کے موقع پر کوئی ایسا عمر فاروق کے اس قانون یا ان کے اسوۂ حسنہ کے تحت کوئی فیصلہ کیا کہ دنیا بھر کے کسی ملک کے انسانوں کو، مسلمانوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہو اور وہ اپنے حکمران کی وہاں شکایت کرنا چاہیں تو کوئی سسٹم ہے کہ اپنے حکمرانوں کے ظلم سے اپنے عوام کو نجات دلانے کے لیے کوئی کردار ادا کیا جا سکے یا ایک رسم ہے۔ ان حکمرانوں کی وہاں کے حکمران آؤ بھگت کرتے ہیں۔ سرمایہ داری کے نئے سامراجی گُر سکھا کر دوبارہ بھیج دیا جاتا ہے کہ جاؤ جا کر دوبارہ اپنی عوام کا خون نچوڑو اور سرمایہ پرستی کے فروغ کے لیے کردار ادا کرو۔

حج کے حقیقی اثرات ونتائج اور آج کا لمحہ فکریہ!

حج جتنا اونچا عمل تھا، آج اُتنا ہی ہم نے اِسے نیچے گرا کر عالمی سامراجی نظام کے لیے آلہ کاری کا کردار ادا کرنے کے قابل بنا دیا۔ غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا تربیت کا وہ عمل جس کا تعلق انسانی عزم، انسانی ارادے، اس کی ہمت، اس کے قلب اور دماغ کی یکسوئی کے ساتھ تھا، اس کو عملی انتشار، ظلم، زیادتی، سرمایہ پرستی کے فروغ اور دنیا میں عالمی سامراجی طاقتوں کے لیے مفادات اکٹھا کرنے کا ذریعہ بنا ڈالا۔ عزم وہمت اگر نہیں تو نتیجہ کچھ نہیں اور آج یہی نتیجہ ہے کہ یہ بیس تیس لاکھ انسان غلافِ کعبہ پکڑ کر رو رو کر دعا مانگتے ہیں۔ عرفات کے میدان میں جاؤ تو ہر طرف سے آہوں اور سسکیوں سے آوازیں آ رہی ہوتی ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں، لیکن کوئی اثر، اس کا نتیجہ نہیں نکل رہا، کیوں؟ نبی اکرم ﷺ نے کہہ دیا کہ بہت سے لوگ دور دراز سے بال بکھرے ہوئے پراگندہ حال خانۂ کعبہ پہنچیں گے اور غلافِ کعبہ پکڑ کر رو رو کر دعائیں مانگیں گے، لیکن ان کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، پہنا وا حرام کا، ظلم اور زیادتی کا، سرمایہ پرستی کا، اُن کی دعا کیسے قابل قبول ہوگی؟ سرمایہ پرستی کے ظلم کو قبول کر کے، انسانیت دشمنی کا کردار ادا کرنا، اس ظلم کے نظام کا ساتھ دے کر یہ خیال کر لیا جائے کہ ہمارا رونا پیٹنا، ہماری یہ دعائیں کوئی اثر اور نتیجہ اجتماعی سطح پر پیدا کریں گی، ان کی دعا کیسے قابل قبول ہوگی؟ دعا عمل کا آخری مرکز اور محور ہوتا ہے۔ سارے کام کر لینے کے بعد جہاں آپ کی طاقت کام نہیں کرتی، وہاں اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ جتنی ہماری طاقت تھی ہم نے کر لیا، اے اللہ! آگے تو کر دے۔ ہم کام اور عمل تو کچھ نہ کریں۔ نظریہ کچھ نہ رکھیں، سوچ میں یکسوئی پیدا نہ کریں اور سارا بوجھ اللہ میاں پر ڈال کر کہیں کہ اللہ میاں تو ہی کر دے۔ خود جعلی ووٹ بھگتاتے رہیں، جعلی نظام کو قبول کرتے رہیں، ظلم کے سسٹم کے آلہ کار بنے رہیں، ظالموں کے جھنڈے اٹھائے پھریں اور پھر سوچیں کہ جی ہماری دعائیں قبول ہوں گی۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

پہلے نظریے کی درستگی، ایمان کی پختگی، عزم اور ارادے کی درستگی، ظلم اور استحصال کے نظام کے خلاف مزاحمتی شعور ہوگا تو پھر اگلا معاملہ ہے۔ تعلیم وتربیت کے مراحل سے اُن اثرات و نتائج کے پیدا کرنے کا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیدا کیے، جو حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام نے پیدا کیے، جو حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام نے پیدا کیے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین اور اولیاء اللہ نے پیدا کیے۔

آج ہم نے ان معیاری انسانوں کو چھوڑ دیا۔ اور یہ جھوٹے رہنما، جھوٹے لیڈر، انسانیت دشمنی کا کردار ادا کرنے والے حکمران طبقوں کی آلہ کاری کا کردار ادا کیا تو نتیجہ ویسا ہی نکلنا ہے۔ جیسے لوگوں کے پیچھے چلیں گے۔ جہنم میں جب لوگ جائیں گے تو اللہ میاں پوچھیں گے کیوں تم نے یہ برے کام کیے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو فلاں کو لیڈر بنایا تھا۔ اس نے ہمیں گمراہ کیا، اس کو ڈبل سزا ملے۔ اللہ میاں کہیں گے صرف ان کو کیوں ملے؟ تمھیں بھی ملے۔ ان کے لیے بھی ڈبل ہے، تمہارے لیے بھی ڈبل ہے۔ مفادات بے شک انھوں نے اٹھائے، لیکن تم نے ان سے فائدہ بھی تو اٹھایا۔ تم نے ان کا جھنڈا بھی اٹھایا، تم نے ان کے نظام کی آلہ کاری کا کردار ادا بھی تو ادا کیا۔ تم نے ان کی اتباع بھی تو کی۔ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ۝۳۸ (38:7) ہر ایک کے لیے ڈبل سزا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کا عزم، ارادہ، ہمت، طریقۂ کار وہ ہونا چاہیے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ حج ابراہیمی سنت، اس کا عزم اور ارادہ وہ ہونا چاہیے جو امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ وہ اولوالعزم صحابہؓ، اولیاء اللہ اور تابعین کا ہے۔ وہ عزم اور ارادہ نہیں تو رسم ہے۔ اور رسم سے دنیا میں کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

آج ضرورت ہے اس بات کی کہ رسمیت سے نکل کر عقل وشعور کی بنیاد پر ایک صحیح نظریہ، سوچ جو انبیا کے طریقے کے مطابق ہو، اختیار کرنا چاہیے، خواہ اس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے، ہم قیمت ادا کرنے سے ڈرتے ہیں۔ کہتے ہیں اگر ان کی بات مانیں گے تو فلاں مصیبت آجائے گی، یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا، اگر ایک مسلمان ایک خوف سے سچا نظریہ قبول نہیں کرتا، انبیا کے مشن پر نہیں چلنا چاہتا، تو اس کا ایمان کیسا؟ یہ انبیا کے واقعات کوئی قصے کہانیاں اور افسانے نہیں کہ ہر حج کے موقع پر کسی عالم صاحب سے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ سن لیا، حضرت اسماعیل کی ذبح کا قصہ سن لیا، کوئی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ سن لیا۔ سیرت کا زمانہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے قصے سن کر سر دُھننا شروع کر دیا۔ یہ کہانیاں اور افسانے نہیں۔ یہ واقعات اس لیے سنائے جاتے ہیں کہ اس کی اساس پر اسی طرح کا عزم، اسی طرح کی ہمت، اسی طرح کا ارادہ، اسی طرح کا اجتماعی عمل اور کردار ادا کرنے کی نیت، ارادہ اور اپنا عمل درست کیا جائے، یہ اس کا مقصد ہے۔ قرآن حکیم نے اس لیے ان واقعات کا بار بار تذکرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بڑے بڑے انسانوں، اولوالعزم انبیا علیہم السلام کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

ڈاکٹر راؤ عبدالرحمٰن۔ سرگودھا

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
میرے تایا جان اور میرے مرشد

2

محترم تایا جان اپنے نوجوانوں کی تربیت کے لئے ہر لحظہ فکرمند اور متحرک رہتے۔ ایک نوجوان کی سطح پر اتر کر اس کی استعداد، اس کے مزاج اور اس کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے تربیت کرنا حضرت کا کمال تھا۔ ہمارے عمومی ماحول میں روایتی اساتذہ یا علما سے پڑھنے والے نوجوان اس اندازِ تربیت کا ذرا بھی اندازہ نہیں کرسکتے۔

ہم نوجوان اکثر حضرت اقدسؒ کا تقابل کالج اور یونیورسٹی کے اپنے اساتذہ سے کرتے تھے، جن کو محض معلومات کی فراہمی سے غرض ہوتی۔ جب کہ تربیت سرے سے ان کا موضوع ہی نہیں ہوتا تھا۔ جو جتنا صاحبِ فن ہوتا' اتنا ہی مغرور و متکبر۔ خود کو اپنے طلبہ سے انتہائی فاصلے پر رکھنے والے یہ اساتذہ بہت زیادہ بھی کریں تو اتنا کہ وقت پر لیکچر کے لیے تشریف لے آئے اور زیادہ سے زیادہ ایک یا دو لیکچر دیے اور بس۔ بہت سے اساتذہ تو برملا یہ اظہار کرتے کہ ہمارے ایک لیکچر کی قیمت تو آپ طلبہ سے ڈالروں میں وصول کرنی چاہیے۔ ہمہ وقت اپنی پیشہ ورانہ عظمت کے گُن گانے والے یہ اساتذہ کہاں اور حضرت اقدسؒ کی شفقت و محبت کہاں! کسی دنیاوی فائدے کے بغیر کیسے ایک ایک نوجوان کو توجہ اور محبت دے کر، گناہوں کی دلدل سے نکالنا آپؒ کا مشغلہ تھا۔ اکابرین کے مشن سے وابستہ کرنا اور دین کی سمجھ اور محبت اس کے دل میں اجاگر کرنا' یہ حضرت کا ہی کمال تھا۔

آپ کی گفتگو انتہائی سادہ ہوتی، قرآن و حدیث کی بات ہو یا تصوف و سیاست کا میدان آپ اتنے سادہ اور عملی انداز میں بات سمجھاتے کہ عقل دنگ رہ جاتی اور بات دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی تھی۔ اکابر کے بنیادی نظریات کو سمجھانے پر اپنی توجہ زیادہ مرکوز رکھتے اور اسی کو بار بار دہراتے، لیکن اس کے باوجود آپؒ کے اندازِ بیان کی چاشنی میں کچھ فرق نہ آتا تھا۔ آپ بار بار فرماتے: ''بھئی! میرا کام تو نوجوانوں کو اپنے بزرگوں سے جوڑنا ہے، جن سے انھیں سامراج نے کاٹ دیا ہے۔''

ایک بار سرگودھا میں آپؒ کے جمعیت طلبا اسلام کے دور کے ایک ساتھی نے اپنے ہاں مدعو کیا کہ کچھ لوگوں سے آپ کی ملاقات کروانی ہے۔ ہم بھی ساتھ تھے۔ جب وہاں پہنچے تو میزبان اور ان کے ملازمین کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ ہمیں بہت کوفت ہوئی۔ خیر! تھوڑی دیر میں میزبان کسی ایک اشتہاری کو پکڑ لائے کہ یہ سرگودھا کے قریشیوں (سیاسی نمائندوں) کے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے جرم میں اشتہاری ہیں۔ ہماری کوفت شدید غم اور غصے میں بدل گئی، لیکن آپؒ نے پورے انہماک سے اس اشتہاری سے بات کرنا شروع کردی اور اس کو کہا ہم بھی ظالموں، وڈیروں اور جاگیرداروں کے خلاف ہیں۔ اور ذرا بھی ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔

کتنی تعجب خیز ہے یہ بات کہ تربیت کے اس سارے عمل میں آپ نے کبھی رعب، غصے یا تقدس کا سہارا نہیں لیا۔ کبھی کسی کی دل شکنی نہیں کی، بلکہ شوق پیدا کیا، حوصلہ افزائی فرمائی، ہمت بندھائی اور نہایت غیرمحسوس اور عمومی انداز سے اصلاح کی حکمت عملی کو اختیار کیا۔

محترم تایا جانؒ سے ہماری نظریاتی وابستگی ابھی نئی ہی تھی کہ ہمیں معلوم ہوا کہ آپؒ اپنے کسی پروگرام کے سلسلے میں سکھر تشریف لے جارہے ہیں۔ ہمیں بھی دعوت ملی تو ہم کچھ نوجوان بھی ساتھ چل پڑے۔ کچھ نصیحت حاصل کرنے کا خیال نہیں تھا، محض سیر سپاٹے کی نیت تھی۔ ریل گاڑی کے ڈبے میں حضرت کے ساتھ کئی سینئر احباب بھی تھے اور کچھ ہم نوجوان بھی۔ تمام راستے ہم الگ اپنی خوش گپیوں میں مصروف رہے، مگر آپ نے اشارتاً بھی منع نہیں فرمایا۔

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ''ہم نے ساری زندگی نظریے کو مقدس رکھا اور اس کے راستے میں کسی خونی رشتے کو کبھی حائل نہیں ہونے دیا۔'' اس نشست میں ہم بھی موجود تھے۔ ہم نے بھی دل میں کہا ٹھیک ہے، بڑے میاں آج سے ہمارا تعلق بھی نظریے اور تربیت کا ہی ہوگا۔ آج سے آپ ہی ہمارے مرشد ہوں گے۔ اس دن سے ہم نے تو انھیں تایا جان سمجھنا چھوڑ دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اچھے مرید نہ بن سکے اور وہ مسلسل اچھے تایا بھی رہے اور مرشد بھی۔

اسی طرح فرماتے تھے کہ: ''جس نے ہمارے بزرگوں سے تعلق رکھا اس سے ہم نے تعلق رکھا اور جس نے ان سے تعلق نہیں رکھا ہم نے ان سے تعلق نہیں رکھا۔'' اور عملاً اس پر ساری زندگی کاربند رہے۔ اپنے نظریے اور مشن کے راستے میں کبھی کسی ذاتی یا خاندانی تعلق کو حائل نہیں ہونے دیا۔

محترم تایا جان کی تجزیہ کرنے کی صلاحیت حیران کن تھی۔ اس کی یقیناً اور بہت سی وجوہات ہوں گی، مگر ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ حقائق پر گہری نظر رکھتے، ہر نئی چیز کو سمجھنے اور سیکھنے کی کوشش کرتے۔ اس کے لیے اس شعبے کے ماہر لوگوں سے معلومات حاصل کرنے میں آپ نے کبھی عار محسوس نہیں کی۔ کسی بھی شعبے کا ماہر فن ملاقات کے لیے آتا تو اس سے ان کے شعبے سے متعلق تازہ ترین معلومات پر ضرور تبادلہ خیال کرتے تھے۔ حتیٰ کہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے حوالے سے بھی آپ کی معلومات عام نوجوانوں سے کہیں زیادہ ہوتی تھیں۔ سامراج دشمن ہونے کے باوجود ان ذرائع ابلاغ کی طرف بھی متوجہ رہتے، جن سے سامراج کی سوچ کا براہِ راست اندازہ ہوتا ہو، مثلاً بی بی سی نیوز باقاعدگی سے سنتے۔

حقائق جاننے کی آپؒ کی جستجو کس درجہ کی تھی' اس کا اندازہ ایک واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ محترم تایا جانؒ ایک بار میرے پاس کنگ ایڈورڈ کالج لاہور کے ہوسٹل میں تشریف لائے۔ آپؒ کے ہمراہ ہم پیدل باہر نکلے تو پی ٹی سی ایل کے دفتر کے قریب ہی ایک حجام کی دکان میں تشریف لے گئے۔ فرمانے لگے ''یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔'' اس کی دکان میں بیٹھے اور چائے پی۔ اس دوران فرمانے لگے کہ ''بھئی یہ سامنے چرچ میں عیسائیوں کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے تو میں یہاں آکر بیٹھ جاتا ہوں اور ان کی سب کارروائی سنتا ہوں۔ اس سے ان کے ارادوں اور سوچ کا اندازہ ہوجاتا ہے۔''

آپؒ کے تجزیہ کی یہ صلاحیت افراد کے حوالے سے بھی نہایت مثالی تھی۔ آپ فوری طور پر محض سنی سنائی بات پر کسی بھی فرد کے بارے میں رائے قائم نہیں کرتے تھے۔ اس حوالے سے بھی آپ کی رائے ہمیشہ بڑی نپی تلی اور صائب ہوتی تھی۔ مثلاً ایک مرتبہ سرگودھا تشریف لائے تو خاندان کے بعض افراد کا تذکرہ ہوا، جن کی عاجزی و انکساری سے ہم بھی متاثر تھے۔ آپؒ نے فرمایا: ''بھئی! بعض لوگ منافقت سے بھی ایسا کرتے ہیں۔ دیکھنے میں تو بڑے عاجز اور منکسر المزاج ہوتے ہیں، مگر اندر سے متکبر ہی رہتے ہیں۔'' اسی طرح سے فرماتے کہ ''لوگوں کی لمبی لمبی نمازوں اور عبادات کی کثرت سے متاثر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ان کے معاملات کو دیکھنا چاہیے۔''

اپنے متعلقین میں ایک ایک فرد کے ذاتی مسائل میں دلچسپی لیتے تھے۔ کسی نے جب بھی کسی ذاتی مسئلہ کے حوالے سے حضرت سے تذکرہ کیا تو انھیں اپنے سے بڑھ کر اس کے لیے فکرمند پایا۔ چناں چہ ملاقات ہوتے ہی سب سے پہلے اس مسئلے کے بارے میں دریافت فرماتے اور فکرمند رہتے۔ حضرتؒ کا یہ طرزِ عمل اپنے تمام احباب کے لیے ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نوجوان اپنے ذاتی، خاندانی، تعلیمی اور کاروباری مسائل کے لیے بھی حضرتؒ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

ہمیشہ مثبت اندازِ فکر کو اپناتے، مشکل ترین حالات میں بھی مثبت انداز کو دوستوں کے سامنے رکھتے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے۔ مثلاً جب بعض مذہبی حلقوں کی طرف سے بے جا مخالفانہ پروپیگنڈا ہونے لگا تو آپؒ فرماتے ''بھئی! یہ تو آپ کا تعارف کروا رہے ہیں۔ جہاں تک ہماری پہنچ نہیں تھی، وہاں تک انھوں نے ہمارا تعارف پہنچا دیا۔''

اپنے ساتھیوں کی بے حد حوصلہ افزائی فرماتے۔ اکثر دوسروں کے سامنے اس انداز سے تذکرہ فرماتے کہ ''بھئی! اصل کام تو یہ لوگ کر رہے ہیں۔'' جس سے انھیں حوصلہ بھی ملتا اور ساتھ احساس بھی کہ اصل تو تمام محنت حضرتؒ کی ہی ہے اور آپؒ کس درجہ عظمت ہے کہ اپنی نفی فرما رہے ہیں۔

ظاہری طور پر بارعب شخصیت کے مالک نظر آنے والے اکثر حضرات اپنی شخصیت کو مزید بھاری بھرکم بنانے کے لیے مصاحبوں اور ظاہری شان و شوکت کا سہارا لیتے ہیں، لیکن جیسے جیسے ان کے قریب ہوتے جائیں ان کی ملمع کاری اُترتی جاتی ہے اور ان کے باطن سے ایک نہایت چھوٹا انسان برآمد ہوتا ہے، مگر حضرت اقدسؒ جیسے اہل اللہ کا معاملہ دوسرا ہوتا ہے۔ اپنی سادگی اور تواضع کے باعث پہلی نظر میں تو ایک عام آدمی دکھائی دیتے ہیں، لیکن جیسے جیسے قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا ہے ان کی عظمت اور کردار کی بلندی عقل کو مبہوت کرتی جاتی ہے۔ ذہن یہی سوچ کر حیران رہتا ہے کہ انسانی زندگی کے اتنے مختلف پہلوؤں پر گرفت اور کمال پیدا کرنا کتنا حیرت انگیز ہے۔

بھلا کون سا لیڈر آپؒ جیسا ہوگا جو اپنا کام خود کرے، زندگی کے آخر وقت تک اپنے ذرائع سے روزگار کا بندوبست کرے۔ جو اپنے کارکنوں کو سائیکل کے پیچھے بٹھا کر خود اسٹیشن تک چھوڑنے جائے۔ جو راتوں کو خود جاگے اور مریدین کے آرام کا بندوبست کرے۔ کارکن اگر کراہت کا مظاہرہ کرے تو خود ٹوائلٹ صاف کردے۔ کارکنوں کے بستر خود ترتیب سے رکھے۔ دفتر کی صفائی خود کرنے میں عار محسوس نہ کرے۔ دورانِ سفر اپنا کرایہ خود ادا کرے۔ اگر اس کا کارکن رات کے دو بجے بھی فون کر کے اپنا مسئلہ بیان کرے تو وہ اسی وقت بھی اسے دستیاب ہو۔ جس کے مونہہ سے کبھی کسی نے یہ نہ سنا ہو کہ میرے آرام کا وقت ہوا ہے۔ جو خود بھی عمومی دسترخوان پر شریک ہو اور اپنے سے زیادہ اپنے ساتھیوں کی خوراک کا خیال رکھے۔ جو نہ منع کرے، نہ ڈانٹے اور نہ غصہ کرے۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے ، وہ لوگ
آپ نے شاید دیکھیں نہ ہوں ، مگر ایسے بھی ہیں

محترم تایا جان (حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ) کی پوری زندگی ایک طرف تو ان نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہے، جو آپ کے مقصدِ زندگی سے خود کو ہم آہنگ کرنا چاہتے ہیں۔ یقیناً وہ اس جذبے سے سرشار بھی ہیں کہ وہ اپنے قائد اور رہنما کی مکمل اتباع کے لیے مسلسل کوشاں رہیں گے۔ دوسری طرف ان حاسدین اور مخالفین کی شکست کا اعلان بھی ہے کہ حضرتؒ نے صبر واستقامت، عفو و درگزر اور بردباری و متانت کے ہتھیاروں کے ذریعے سے ان کے فتوؤں اور گمراہ کن پروپیگنڈے کا مقابلہ کس خوب صورتی سے کیا اور آج وہ مخالفین شدید مایوسی کے عالم میں مونہہ چھپائے پھرتے ہیں۔

محترم تایا جانؒ کی وفات کے بعد اگر کسی فرد میں یہ احساس پایا جاتا ہو کہ یہ وراثت اب ان کے خاندان میں نہیں رہی تو انھیں محترم دادا جانؒ کے اسوہ کو اپنے پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح سے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کا نواسہ ہونے کے باوجود، حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے نہ صرف خود کو مکمل طور پر اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی تربیت میں دے دیا، بلکہ اپنے صاحبزادے (شاہ سعید احمد رائے پوریؒ) کو بھی ان کے حوالے کر دیا تھا۔ محترم تایا جان بھی اپنے والد کے اسوہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے بعد ایک جماعت تیار کر کے گئے ہیں۔ اور اپنے تربیت یافتہ خلفا کی ایک کثیر تعداد چھوڑ کر گئے ہیں۔ اس جماعت نے محترم تایا جان کے طرزِ فکر و عمل کی بنیاد پر سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے اگلے جانشین پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ آج اس پورے سلسلے کو حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ چلا رہے ہیں۔ خاندانی وراثت سے ہٹ کر یہ سلسلہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بڑی خوبی سے آگے بڑھا رہا ہے۔

اپنی آزادی پسند، سامراج دشمن اور عوام دوست کردار کی بدولت خانقاہ رحیمیہ رائے پور ہمیشہ سے عوام و خواص کا مرجع رہی ہے تو سامراج دوست اور سرمایہ پرست عناصر کی سازشوں کا نشانہ بھی۔ چناں چہ سسٹم کے اشارے اور سرمایہ دار طبقے کے تعاون سے ان بزرگوں کے خاندانوں سے ہی حُبِ جاہ اور حُبِ مال سے سرشار طبیعتوں کو اپنا آلہ کار بنایا جاتا ہے۔ تصنع، بناوٹ اور ریاکارانہ طریقوں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش ہوتی رہی ہے۔ خاص طور پر ایک جانشین کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی یہ کوشش زور پکڑ جاتی ہے، لیکن اللہ کے فضل و کرم سے طریقت، شریعت اور سیاست کی جامع اس خانقاہ کے یہ عظیم المرتبت بزرگ پورے تسلسل کے ساتھ اپنے فکر و عمل کی روایات کو اتنا پختہ کر چکے ہیں کہ انھیں بہ آسانی دھندلایا نہیں جا سکتا۔ ایسی خواہش رکھنے والے یقیناً آج بھی موجود ہیں کہ وہ محض خاندانی نسبت کی بنیاد پر خود کو جانشین کہلوا سکیں مگر سوال یہ ہے کہ علم و تقویٰ کا جو معیار، شعور و حکمت کا جو اُسلوب اور جدوجہد کا جو سلیقہ ان بزرگوں کی میراث ہے، کیا محض خاندانی تعلق کی بنیاد پر اس کو پہنچا جا سکتا ہے؟

ایں سعادت بزور باز نیست

بقیہ رفتارِ کار

پروگرام کے آخر میں حضرت اقدس مدظلہٗ نے طلبا و طالبات میں اعزازی شیلڈز اور سندات تقسیم فرمائیں۔ کالج کے وائس پرنسپل جناب ڈاکٹر محمد عمران نے حضرت اقدس مدظلہٗ کو بھی یادگاری شیلڈ پیش کی۔ اس کے بعد پرنسپل آفس میں حضرت اقدس مدظلہٗ کے اعزاز میں چائے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چائے کے بعد کالج کے اساتذہ اور طلبا کی کثیر تعداد نے حضرت اقدس کو یونیورسٹی سے رخصت کیا۔

www.rahimia.org

رپورٹ: انعام اللہ خان/محمد نعیم سعید

حضرت اقدس مفتی شاہ عبدالخالق آزادرائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
کا دورۂ ڈیرہ اسماعیل خان و جھنگ

حضرت اقدس مفتی شاہ عبدالخالق آزادرائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مؤرخہ 20 ستمبر بروز جمعہ، بوقت 10 بجے صبح بنوں سے خانقاہ یٰسین زئی پنیالہ تشریف لائے۔ خانقاہ یٰسین زئی کے موجودہ مسند نشین حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد صاحب نے دیگر احباب کے ساتھ حضرت اقدس مدظلہٗ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (خلیفہ مجاز حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ) اور انعام اللہ خان بھی حضرت اقدس کے ہمراہ تھے۔ اس کے بعد دوست حضرت اقدس سے چائے پر مختلف امور پر استفادہ کرتے رہے۔ چائے کی اس نشست پر مولانا صاحبزادہ عطاء اللہ شاہ صاحب کی حضرت اقدس سے ملاقات رہی۔ چائے کے بعد حضرت اقدس نے مولانا صاحبزادہ محمودؒ اور خانقاہ کے دوسرے اکابر کی قبور پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دی۔ حضرت اقدس مدظلہٗ و دیگر مہمانان کے لیے مولانا صاحبزادہ رشید احمد کی طرف سے پُرتکلف کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہوکر جامع مسجد پنیالہ میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے۔ جب کہ مفتی محمد مختار حسن صاحب نے ڈی آئی خان کی مرکزی جامع مسجد کلاں میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے پنیالہ میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''دین حق کا نظام دنیا میں غالب کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپؐ نے اپنے 23 سالہ دورِ نبوت میں یہ تبدیلی حجازِ مقدس میں مکمل کردی اور پھر یہ عمل خلافتِ راشدہ کے زمانے میں، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، صحابہ کی اس اولوالعزم جماعت نے اگلے 60، 70 سالوں میں پورے یورپ پورے افریقا اور پورے ایشیا پر حکمرانی قائم کی۔'' نمازِ جمعہ کے بعد حضرت اقدس کے ساتھ سارے نمازیوں نے مصافحہ کیا اور مختصر سی تعارفی ملاقات کی۔

اس کے بعد حضرت اقدس بمع دیگر مہمانانِ گرامی ''یارک'' تشریف لے گئے۔ جہاں مولانا صاحبزادہ رشید احمد کے زیرِ اہتمام چلنے والے مدرسے جامعہ مدنیہ یارک میں حضرت کے لیے 3 بجے سہ پہر ظہرانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں یارک کے معززین نے شرکت کی۔ حضرت نے شرکائے ظہرانے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی، جو سلسلہ عالیہ قادریہ کے بانی ہیں، غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ تقویٰ کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرے اور اس کے اندر دینی شعور و فہم پیدا ہوجائے۔ اور اسے اپنے گردوپیش کے ماحول میں عدل وانصاف اور ظلم و ناانصافی کے درمیان تمیز کرنا آجائے۔'' جامعہ مدنیہ میں دعا اور عصر کی نماز کے بعد حضرت اقدس یارک میں جناب فضل الرحمٰن کے گھر تشریف لے گئے، جہاں ان کے اہل خانہ نے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں بیعت کی اور حضرت نے اہل خانہ کے لیے دعا فرمائی۔

اس کے بعد حضرت اقدس ڈیرہ اسماعیل خان کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاں قدیم دوست ڈاکٹر راشد حبیب صاحب کی قیام گاہ پر ساتھیوں کے جمِ غفیر نے حضرت کا پُرتپاک استقبال کیا اور ان پر پھول نچھاور کیے۔ استقبال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن نے ''نظم وضبط کی اہمیت'' کے موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز نے ''تزکیۂ نفس میں ذکر اللہ کی اہمیت'' کے موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا۔ انھوں نے فرمایا: ''ذکر اللہ اولیا کے معمولات میں مختلف طریقوں کے ساتھ معمول بہ رہا ہے اور یہ انسانی قلوب کے تزکیے اور انسانی قلوب کی پاکیزگی کے لیے صوفیائے کرام نے علاج کے طور پر اپنے تعلق والوں کو بتایا ہے۔ یہ علاج کے لیے نہایت ضروری ہے۔'' اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے بیعت ہونے والے احباب سے کلماتِ توبہ کہلوائے۔ نمازِ عشا کے بعد حضرت اقدس و مہمانان کے لیے جناب اسرار اللہ خان کے گھر پر عشائیے کا اہتمام تھا۔ جہاں ان کے رشتہ دار اور دیگر احباب موجود تھے۔ کھانے سے پہلے نئے دوستوں کے ساتھ حضرت اقدس کی ایک بھرپور نشست رہی۔

اگلے روز 21 ستمبر بروز ہفتہ 5 بجے صبح نمازِ فجر کے بعد صاحبزادہ رشید احمد صاحب نے درسِ حدیث دیا۔ حضرت اقدس مدظلہٗ کے لیے ناشتے کا انتظام محمد توصیف خان نے اپنے گھر پر کیا تھا۔ وہاں ان کے رشتہ دار اور دیگر ساتھی موجود تھے۔ ناشتے کے بعد نئے احباب نے حضرت اقدس سے سوال و جواب کی صورت میں کافی استفادہ کیا۔ یہاں سے حضرت اقدس خانقاہ موسیٰ زئی تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ صاحبزادہ رشید احمد، مولانا ناصر عبدالعزیز اور جناب فواد خان تھے۔ جہاں انھوں نے مشائخ کے مزارات کی زیارت کی اور ان کے خاندان کے موجودہ علما سے ملاقات کی۔ ظہر کی نماز خانقاہ میں ادا کی۔ اس کے بعد ڈیرہ کے لیے واپسی ہوئی۔ جب کہ ادھر ڈاکٹر راشد حبیب کی رہائش گاہ پر مولانا مفتی محمد مختار حسن نے احباب سے گفتگو کی اور ان کے سوالوں کے جوابات دیے۔

حضرت اقدس خانقاہ موسیٰ زئی سے واپسی پر CRBC کالونی میں جناب ڈاکٹر عبدالجلیل کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور ان سے ان کے والدین اور بھابھی کی وفات پر تعزیت کی۔ ادھر مولانا مفتی محمد مختار حسن نے ''عہدِ حاضر میں شخصیت و کردار وسازی کی اہمیت اور ادارہ رحیمیہ کا امتیاز'' کے موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا۔ جس میں کثیر تعداد میں معززین شہر، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور ایڈووکیٹ حضرات نے شرکت کی۔ مولانا نے فرمایا: ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ کے قیام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی میں دین و دنیا کی غلط تقسیم جو قائم ہے اور اس طرح آگے جا کر اسی غلط نظریے کی بنیاد پر مسٹر و ملا کی تقسیم کی سازش ہے، اس تقسیم کو ختم کرکے دونوں طبقات کو ایک قومی دھارے میں لاکر ان علما و گریجویٹس کی ایک ملّی سوچ پر شعوری تربیت کا اہتمام کرنا ہے۔'' اس کے بعد نمازِ مغرب اور مجلس ذکر کا وقفہ ہوا۔ مجلس ذکر کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ نے ''شخصیت و کردار سازی میں تصوف کا کردار'' کے موضوع پر مفصل روشنی ڈالی۔ جملہ احباب اور دیگر معززین نے اس میں کافی دلچسپی لی۔ حضرت اقدس مدظلہٗ نے فرمایا: ''دین کے تین شعبوں (طریقت، شریعت، سیاست) میں سب سے اہم شعبہ جو شریعت کی تکمیل کرتا ہے اور سیاست کی ہمت اور جرأت پیدا کرتا ہے، وہ تصوف اور طریقت ہے۔ اور یہ تینوں شعبے آپس میں مربوط ہیں۔'' اس کے بعد حضرت اقدس نے کلماتِ توبہ کہلوائے اور مختلف ساتھی بیعت ہوئے۔ نمازِ عشا کے بعد حضرت اقدس و دیگر مہمانانِ گرامی' جناب حافظ عبدالرحیم کے گھر پر عشائیے کے لیے تشریف لے گئے، جہاں پر کھانے کا اہتمام تھا۔ عشائیے میں جناب حافظ عبدالرحیم کے رشتہ داروں و دیگر احباب نے شرکت کی۔ جو کہ کھانے کے بعد کافی دیر تک پوری توجہ، دلچسپی اور انہماک کے ساتھ مختلف امور پر حضرت اقدس سے استفادہ کرتے رہے۔

مؤرخہ 22 ستمبر بروز اتوار کو نماز فجر کے بعد مولانا محمد ناصر عبدالعزیز نے درسِ حدیث دیا، جس میں جملہ احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ و جملہ مہمانان کے لیے جناب ضیاء احمد خان کے گھر پر ناشتے کا اہتمام تھا۔ ناشتے پر کثیر تعداد میں جناب ضیاء احمد خان کے رشتہ داروں اور دوستوں نے حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ اس کے بعد پریس کلب ڈیرہ میں عمومی سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ سیمینار ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور مختلف بینرز سے مزین کیا گیا تھا۔ اس دوران حضرت اقدس و دیگر مہمانان تشریف لائے۔ تمام دوستوں نے ان کا پُر تپاک استقبال کیا۔ حضرت اقدس سیدھے سیمینار ہال تشریف لے گئے۔ سیمینار کا باقاعدہ آغاز مولانا قاری محمد خالد کی پُرسوز تلاوت سے ہوا۔ جب عمیر زیدی نے حضرت اقدس کا مختصر اور جامع تعارف پیش کرنے کے بعد پہلے موضوع ''جدوجہدِ آزادی میں خانقاہ رائے پور کا کردار'' پر مولانا مفتی محمد مختار حسن کو دعوت خطاب دی۔ مولانا نے خانقاہِ رائے پور کے تحریکاتِ آزادی میں کردار پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: ''خانقاہ رائے پور وہ عظیم الشان خانقاہ ہے، جو تزکیۂ قلوب کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی پوری بصیرت اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ یہ وہ خانقاہ ہے جہاں پر تحریکِ ریشمی رومال جیسا عظیم منصوبہ تیار ہوتا ہے، جو کہ پورے برعظیم میں تحریکات آزادی کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس عظیم تحریکِ ریشمی رومال کی سرپرستی خانقاہ رائے پور کے بانی قطبِ عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔'' اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی کو ''پاکستان کے موجودہ مسائل اور ان کے حل کی درست حکمتِ عملی'' کے موضوع پر خطاب کی دعوت دی گئی۔

حضرت اقدس نے فرمایا: ''سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں سرمایہ اور انسان کے ٹکراؤ میں سرمائے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس طرح انسانیت تباہ ہو جاتی ہے۔ یہی سرمایہ دارانہ نظام پاکستان کے سارے مسائل کی بنیاد اور جڑ ہے۔ درست حکمتِ عملی یہ ہے کہ اس سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں نوجوانوں کو قرآن حکیم کی آفاقی تعلیمات کا شعور و فکر دیا جائے۔''

حضرت اقدس کی دعا سے 1:30 بجے سیمینار کا اختتام ہوا۔ 2 بجے نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد جناب قاضی محمد اویس لیکچرر DVM کالج ڈی آئی خان کی طرف سے ان کے گھر پر ظہرانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ 3 بجے سہ پہر کو تمام دوستوں نے دل گیر ماحول میں اپنے محبوب شیخ اور مرشد کو الوداع کہتے ہوئے بھکر کے لیے روانہ کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن، جناب انعام اللہ خان اور جناب عمیر بابر زیدی کچھ وقت کے لیے ساتھیوں کے ساتھ رہے۔ مولانا نے حضرت کے کامیاب دورے پر تمام دوستوں کو مبارک باد دی اور اس کے نتائج سمیٹنے پر زور دیا۔ اس کے بعد 3:30 بجے مولانا مختار حسن نوشہرہ کے لیے روانہ ہوئے اور یوں یہ سہ روزہ دورہ حضرت اقدس کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔

جھنگ

25 ستمبر 2013ء کو برعظیم پاک و ہند کی عظیم خانقاہ، خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے موجودہ جانشین حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ جھنگ کے چار روزہ دورے پر تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ خانقاہ یوسف زئی ڈیرہ اسماعیل خاں کے مسند نشین اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید کے مجاز حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد بھی تھے۔ حضرت کے استقبال کے جھنگ زون کے تمام ذمہ داران اور احباب سنگرا ہاؤس میں موجود تھے۔ 12:15 بجے حضرت سنگرا ہاؤس تشریف لے آئے۔ دوستوں نے حضرت کو پھولوں کے گل دستے پیش کیے۔ حضرت کا قیام 20 منٹ تک رہا۔ ریفریشمنٹ اور دعا کے بعد جامعہ عثمانیہ ریل بازار کی جانب ولی اللّٰہی قافلہ روانہ ہوا۔ سرِ راہ حضرت اقدس جناب چوہدری ہارون صاحب کی دوکان پر رُکے اور خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت اقدس 12:45 بجے جامعہ مسجد عثمانیہ میں پہنچ گئے، جہاں پر موجود احباب نے حضرت اقدس کا استقبال کیا۔ جامعہ عثمانیہ پہنچ کر دوستوں کو کچھ دیر حضرت اقدس کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا۔ اس دوران حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز نے حضرت اقدس کو مدرسے کی تعمیر و ترقی کے بارے میں کی جانے والی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ 2 بجے سے 4 بجے تک سرکل محاضرین کی حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد سے استفادہ نشست ہوئی۔ 4 بجے حضرت اقدس مدظلہٗ نے حلقہ ریل بازار کے صدر بلال اصغر کی دوکان کا افتتاح فرمایا۔ جس کے بعد نمازِ عصر ادا کی گئی۔ اس کے بعد عمومی نشست کا اہتمام جامعہ عثمانیہ میں ہوا۔ اس نشست میں دوستوں کے سوالات کے جوابات حضرت اقدس نے بھرپور انداز میں دیے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں تمام احباب نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ مجلس ذکر کے بعد حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد نے ذکر کی اہمیت پر بیان کیا۔ بیان میں آیتِ مبارکہ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ...سبحانک فقنا عذاب النار کی تفسیر بیان کی گئی۔ بیان کے فوراً بعد دسترخوان تیار تھا۔ دوستوں نے کھانے کے فوری بعد نماز عشا ادا کی۔ اس کے بعد مسجد ہال میں استفادہ نشست ہوئی، جو کہ 11 بجے تک جاری رہی۔ اس نشست میں مختلف سوالات جو کہ نظریاتی و عملی پہلوؤں کے حوالے سے کیے گئے تھے، ان کے جوابات حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے بڑی تفصیل سے بیان فرمائے۔

مؤرخہ 26 ستمبر بروز جمعرات کو حضرت اقدس نے نمازِ فجر جامعہ عثمانیہ میں ادا کی۔ نماز کے بعد صاحبزادہ صاحب نے درسِ حدیث ارشاد فرمایا۔ 6 بجے حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد مدظلہٗ جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں تشریف لے گئے، جہاں طالبات کے لیے درسِ قرآن کی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس نشست میں سوالات و جوابات کے لیے بھی وقت مختص کیا گیا تھا۔ ناشتے کے لیے شیخ مبشر صاحب کے ہاں اہتمام کیا گیا تھا۔ اس موقع پر آپ نے خیر و برکت کے لیے دعا فرمائی۔

اس کے بعد جھنگ بار کونسل ہال میں سیمینار کا انعقاد تھا۔ بار کونسل کے اجلاس کا اہتمام صدر جھنگ بار کونسل جناب فضل الرحمٰن جوئیہ نے کیا تھا، جس میں عدلیہ و انتظامیہ کے اعلیٰ عہدے داران و ذمہ داران افسران سب نے شمولیت کی۔ اس کانفرنس کا موضوع ''سیرت النبیؐ کا انقلابی کردار'' تھا۔ حضرت اقدس کے ہمراہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر اور حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز تھے۔ حضرت اقدس کی دعا کے ساتھ اس کانفرنس کی تکمیل ہوئی۔ اس کے بعد نمازِ عصر جامعہ عثمانیہ میں ادا کی گئی۔ بعد ازاں دوستوں نے حضرت سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد نمازِ مغرب اور مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ جس میں علاقے بھر کے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ پھر کھانا اور نماز عشا ہوئی۔ بعد ازاں ایک دعوتی سیمینار اقبال ہال بلدیہ جھنگ میں منعقد کیا گیا۔ پروگرام کی نظامت جناب کاشف صدیق نے سرانجام دی۔

صدارت جناب مولانا محمد ناصر عبدالعزیز نے فرمائی۔ مہمانِ اعزازی حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور مفتی عبدالقدیر اسٹیج پر موجود تھے، جب کہ مہمانِ خصوصی حضرت اقدس دامت

www.rahimia.org

برکاتہم العالیہ تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد مفتی عبدالمتین نعمانی نے خانقاہِ رائے پور اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے حوالے سے ایک تفصیلی موضوع پر بیان کیا اور حضرت اقدس رابعؒ کی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا۔ آپ نے حضرتؒ اقدس کی زندگی اور پاکستان میں ان کی کاوشوں اور محنتوں کے ایک طویل سلسلے سے حاضرین مجلس کو آگاہی دی۔ 26/ستمبر کا دن بھی ولی اللّٰہی قافلے کے نوجوانوں کے لیے اس حوالے سے بھی اہم دن تھا کہ اس کے قائد کو ان سے بچھڑے ایک برس مکمل ہو چکا تھا، اس حوالے سے حضرتؒ کی عملی زندگی اور ان کے کارناموں کو سراہا گیا۔

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ العالی نے ''قومی زوال کے اسباب'' کے موضوع پر ایک جامع اور مدلل خطاب فرمایا اور پاکستان آنے کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی کاوشوں اور کوششوں کو سراہا۔ زوال کے بنیادی اسباب کا تعین بھی کیا اور اس زوال سے نکلنے کا راستہ بھی متعین کیا۔ اس سیمینار میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ سیمینار کے بعد شرکا کے لیے ریفریشمنٹ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ اس سیمینار کا اختتام رات 11 بجے ہوا۔ مؤرخہ 27/ستمبر کو ناشتے کا انتظام ندیم صاحب کے ہاں تھا، جس میں متعلقین بھی موجود تھے۔ اور فورم محاضرین کی استفادہ نشست کا اہتمام حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی کے ساتھ کیا گیا۔ جمعۃ المبارک کا خطاب جامعہ عثمانیہ ریل بازار میں 12:30 بجے ہوا۔ پہلے مفتی عبدالمتین نعمانی نے بیان فرمایا۔ ان کے بیان کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی کا بیان ہوا۔ نمازِ جمعہ حضرت اقدس نے ادا کرنے کے بعد ایک مختصر نشست میں جامعہ عثمانیہ ریل بازار سے ناظرہ کی کلاس مکمل کرنے والے طلبا میں اسناد تقسیم کیں۔ بعد از نمازِ عصر دوستوں نے مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ سے استفادہ نشست کی۔ نمازِ مغرب، ذکر، کھانا اور نمازِ عشا کا حافظ کاشف صدیق کے گھر اہتمام کیا گیا تھا۔ اس نشست میں ذکر کے بعد ذکر کی اہمیت پر مفتی عبدالمتین نعمانی نے بیان فرمایا، جس کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے توبہ کے کلمات ادا کیے اور دوستوں سے بیعت لی۔

مؤرخہ 28/ستمبر بروز ہفتہ کو ناشتے کا اہتمام جناب قاری اظہار الحق کی رہائش گاہ پر کیا گیا تھا۔ جہاں پر دوستوں اور متعلقین کو مدعو کیا گیا تھا۔ ناشتے کے بعد حضرت اقدس کا خطاب جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں ہوا۔ جس میں خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا تھا اور ایک تقریبِ اسناد برائے طالبات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بعد از نمازِ ظہر حضرت اقدس نے مولانا آصف کی ہمشیرہ کے نکاح کی تقریب میں شرکت فرمائی۔ اس روز نمازِ مغرب و محفل ذکر کا انعقاد جناب صبغت اللہ اکبر کی رہائش گاہ رانا کالونی میں کیا گیا۔ محفل ذکر کے بعد مفتی عبدالقدیر صاحب نے ذکر کی اہمیت پر بیان فرمایا۔ اس کے بعد بیعت کی نشست ہوئی۔ پھر نمازِ عشا اور عشائیے کے بعد واپسی پر حضرت اقدس مدظلہٗ جناب فضل الرحمٰن کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے، جہاں ان کے برادرِ نسبتی کی وفات پر تعزیت اور فاتحہ خوانی کی۔ اس کے بعد آپ جامعہ عثمانیہ تشریف لے گئے اور وہاں پر استفادہ نشست مفتی عبدالقدیر صاحب کے ساتھ تھی۔

مؤرخہ 29/ستمبر بروز اتوار کو حضرت اقدس کی روانگی کا دن تھا۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد ناشتے کا اہتمام مولانا ناصر عبدالعزیز کے ہاں کیا گیا تھا، جس میں تمام احباب شریک ہوئے۔ آپ نے دوستوں کو عملی سرگرمیوں میں بھرپور انداز سے شرکت کرنے اور جذبے سے کام کرنے کا حوصلہ دیا اور آخر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ دوستوں سے ملاقات کی۔

تقریباً 9 بجے حضرت مدظلہٗ العالی کو سنگر اہاؤس سے سمندری کے لیے الوداع کیا۔

رفتارِ کار.... رپورٹ: انیس احمد سجاد ایڈووکیٹ

سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں مقصدِ حیات
(کنگ ایڈورڈ میڈکل یونیورسٹی لاہور میں
حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری کا خطاب)

مؤرخہ 11/مارچ 2014ء کو خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے پانچویں مسند نشین اور ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) کے ناظم اعلیٰ حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ پرووائس چانسلر کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی و پرنسپل (College of Ophthmology and Allied Vision Sciences) پروفیسر ڈاکٹر اسد اسلم خاں صاحب کی دعوت پر کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی لاہور کے سالانہ فنکشن و نئے تعلیمی سال کے آغاز کی تقریب میں بطور مہمان خصوصی تشریف لے گئے۔

حضرت اقدس مدظلہٗ جب کنگ ایڈورڈ یونیورسٹی پہنچے تو کالج کے وائس پرنسپل جناب ڈاکٹر محمد عمران، کالج کے منتظم جناب ڈاکٹر محمد یاسر، و دیگر اساتذہ اور ڈاکٹرز نے کالج کے دروازے پر حضرت اقدس مدظلہٗ کا استقبال کیا اور گل دستے پیش کیے۔ جس کے بعد حضرت، پرنسپل آفس تشریف لے گئے، جہاں جناب پروفیسر اسد اسلم خاں نے اپنے آفس کے دروازے پر حضرت اقدس کا استقبال کیا۔

حضرت والا پروفیسر ڈاکٹر اسد اسلم خاں صاحب و دیگر اساتذہ کرام کے ہمراہ تقریباً 12:45 بجے دوپہر آڈیٹوریم میں پہنچے تو تمام شرکا نے کھڑے ہو کر حضرتِ والا کا استقبال کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر اسد اسلم خاں پرووائس چانسلر کنگ ایڈورڈ یونیورسٹی لاہور نے خطبہ استقبالیہ دیتے ہوئے کہا کہ:

''یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے آج کے پروگرام کے مہمانِ خصوصی حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری صاحب ہیں۔ جو کہ حضرت مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کے جانشین ہیں اور ادارہ رحیمیہ لاہور کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ اور نہ میں اس قابل ہوں کہ حضرت مفتی صاحب کا تعارف کرواسکوں۔ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ مجھے حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ کا معالج ہونے کا فخر اور اعزاز حاصل ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج اس ادارے اور میرے ذریعے اگر کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے تو یہ انھی حضرات کی توجہ اور فیض کا نتیجہ ہے۔ آنکھ کی روشنی بھی ایک نور ہے اور یہ نور انھی حضرات کی نورانی نسبتوں کا نتیجہ ہے۔

میں اپنی طرف سے، اپنے اساتذہ اور سٹاف کی طرف سے اور تمام طلبا و طالبات کی طرف سے حضرت مفتی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ وہ ہماری دعوت پر ہماری رہنمائی کے لیے تشریف لائے اور مجھے یقین ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی آمد سے ہمیں بہت فائدہ ہوگا۔''

اس کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ''سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں مقصدِ حیات'' پر تقریباً 50 منٹ گفتگو فرمائی۔ آڈیٹوریم طلبا و طالبات سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سامعین نے انتہائی انہماک اور توجہ کے ساتھ حضرت کی گفتگو کو سماعت کیا۔ حضرت والا کی گفتگو کے بعد تمام شرکا نے اپنی نشستوں پر کھڑے ہو کر تقریباً 5 منٹ تک Clapping کی۔

بقیہ: صفحہ نمبر 8 پر

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی یاد

آج پھر اُن کی یاد آئی ہے

اِک فضا سوز و غم کی چھائی ہے
آج پھر اُن کی یاد آئی ہے
کیا کہیں شان اُن کی لفظوں میں
ہر ادا اُن کی دل رُبائی ہے

آج پھر اُن کی یاد آئی ہے

وہ ہیں رہبر و رہنما میرے
ان کے دم سے جلا پائی ہے
ان کا انداز مشفقانہ تھا
ان کی ہر بات دل کو بھائی ہے

آج پھر اُن کی یاد آئی ہے

ایسا لگتا ہے اِک سناٹا ہے
صحن بھی سُونا سُونا لگتا ہے
گھر کا ہر کونا کونا ویراں ہے
ہر کسی شئے نے دی دُہائی ہے

آج پھر اُن کی یاد آئی ہے

اب تو ہے اِک دعا میری اے خدا
بن کے اب میں رہوں گا اُن کا گدا
وہ تو تھے مرشد و رہنما میرے
میں رہوں ان کا پیروکار صدا

اِک فضا سوز و غم کی چھائی ہے
آج پھر اُن کی یاد آئی ہے

خاک پا خانقاہِ رائے پور عاشق علی سوہو (لاڑکانہ)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!
از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور
براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): میں گورنمنٹ ملازم ہوں۔ بسلسلۂ ملازمت مختلف جگہوں پر دورہ کرنا ہوتا ہے۔ میرے دائرۂ عمل میں جو مقامات ہیں، میرے (ہیڈ آفس) گھر سے زیادہ سے زیادہ ساٹھ کلومیٹر پر واقع ہیں، جو شرعی طور پر سفر کے زمرے میں نہیں آتے، لیکن جب مسلسل دورہ کرتا ہوں تو وہ ایک گول دائرہ بن جاتا ہے، جس سے سفر کی مقدار تقریباً 90 کلومیٹر سے بھی متجاوز ہے۔ تو کیا اس حالتِ دورہ میں نماز قصر پڑھوں گا یا نہیں؟ عطاء الرحمٰن، بہاولپور

جواب: آپ ایسے دورہ کرنے کی صورت میں سفر کی نماز پڑھیں گے۔

سوال (2): ایک شخص مسمی زید نے اپنی مدتِ رضاعت میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہے۔ تو کیا زید کا اپنی چچازاد بہن سے نکاح کرنا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زید نے بچپن میں اپنی دودھ پینے کی عمر میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہے۔ اس لیے اس کی یہ دادی بچپن میں اس کا دودھ پینے کی وجہ سے اس کی رضاعی والدہ بھی ہوگئی اور اس کی اولاد اگرچہ نسب کے لحاظ سے زید کے چچے، پھوپھیاں ہیں، لیکن رضاعت کے اعتبار سے اس کے بھائی بہن ہوگئے۔ اور ان کی اولاد زید کے بھتیجے، بھتیجیاں اور بھانجے بھانجیاں ہوں گی۔ جیسے نسبت میں بھتیجے بھتیجیوں سے نکاح درست نہیں ہوتا، ایسے ہی رضاعت میں بھی ان سے نکاح درست نہیں۔ لہٰذا شرعی طور پر زید کا اپنی چچازاد سے نکاح درست نہیں ہے۔

سوال (3): دعا مانگنے کا درست طریقہ کیا ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ کیا امام بہ آوازِ بلند دعا مانگ سکتا ہے؟ اگرچہ اس صورت میں مقتدی بھی اونچی یا آہستہ آواز سے دعا مانگ رہے ہوں؟

جواب: دعا مانگنے کا درست طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی تمام حاجات وضروریات کو ذہن میں رکھ کر نہایت ہی خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے، اور دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ مونہہ پر پھیر لے۔ اور دعا کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضورؐ پر درود بھیجے۔

امام صاحب کو دعا آہستہ آواز سے مانگنی چاہیے۔ کیوں کہ آہستہ آواز سے دعا مانگنا بہتر اور اچھا ہے۔ قرآن حکیم میں سورۂ اعراف میں ہے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (55:7) کہ اپنے ربّ کو عاجزی اور چپکے سے پکارو۔ واللہ اعلم

www.rahimia.org

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف اثر (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔